

عزت کا سوال

احمد اقبال



عزّت کا سوال

احمد اقبال

وقت انمول شے ہے اس کی قدر نہ کرنے والوں کے پاس صرف پچھتاوؤں کے ڈنک ہی رہ جاتے ہیں، اسے بھی اس حقیقت کا ادراک کچھ دیر سے ہوا تھا، وہ وقت کو پلٹانے پر قادر تو نہ تھی مگر ایک کوشش کرلینے میں کوئی حرج نہیں تھا۔ وہ کوشش اگر کامیاب ہوجاتی تو وقت اس کا غلام بن جاتا۔

بورژوائی طبقے میں جنم اور پھر وہیں دفن ہوجانے والی کہانیوں میں کی ایک کہانی

فلمی جلووں کی رنگینی سے معمور ممبئی شہر کے ساحل پر واقع ہوٹل ''سی پیراڈائز'' کا سوئمنگ پول ابھی کم آباد تھا۔ ایک کنارے پر پچاس سے زائد عمر کا اجیت رائے تقریباً اپنی ہم عمر گرل فرینڈ کے ساتھ پانی میں پاؤں لٹکائے بیٹھا تھا۔ اجیت رائے نے اپنے بائیس سالہ فلمی کیریئر میں مشکل سے گیارہ فلمیں ڈائریکٹ کی ہوں گی مگر وہ ایک کامیاب اور بے حد معروف فلم ڈائریکٹر کی حیثیت سے اپنی شہرت کا ڈنکا بجانے کا فن جانتا تھا۔ اس کا زیادہ وقت دوسرے اور تیسرے درجے کی فلموں میں ہدایت کاری دیتے گزرتا تھا مگر ان میں بھی پروڈیوسر کسی معروف ہدایت کار کا نام ڈال دیتے تھے اور اجیت رائے کے حصے میں ایک کرائے کے ہدایت کار کو ملنے والے معاوضے کے سوا کچھ نہیں آتا تھا۔ تاہم اچھی پی آر کے باعث اسے کام ملتا رہتا تھا اور اس کی زندگی فراغت سے بسر ہورہی تھی۔ یہ فراغت اس کے جسم پر چڑھ جانے والی چربی اور اس کے انڈرویئر پر لٹکے ہوئے بے ہنگم پیٹ میں بھی نظر آتی تھی اور اس کی کثرتِ شراب نوشی سے پرشکن بھاری پپوٹوں میں بھی۔ اس کے ساتھ لکشمی عرف شمی تھی جو دس بارہ سال تک ویسی ہی فلموں میں لیڈنگ رول کرتی رہی جیسی اجیت رائے ڈائریکٹ کرتا تھا۔ پھر نئی لڑکیوں کے آنے سے اس کو لیڈ رول ملنے بند ہوگئے تو اس نے دوسرے درجے کے رول قبول کیے۔ کچھ عرصے ماڈلنگ کی۔ یکے بعد دیگرے تین شادیاں کرنے کے بعد اس کی مانگ بالکل ختم ہوگئی تو وہ اعلیٰ

درجے کے ہوٹلوں میں شوقین مزاج رئیسوں کی دل بستگی کا سامان فراہم کرنے لگی۔ اپنے جسم کو اس نے بڑی کوشش سے سلم اور چھتیس بائیس چھتیس کی پرکشش شیپ میں رکھا تھا چنانچہ آج بھی وہ اصل عمر سے پندرہ سال کم کی نظر آنے کے لیے آخری حد تک کوشش ضرور کرتی تھی۔

آشا گزشتہ چند روز سے برابر دیکھ رہی تھی کہ شمی اجیت رائے کو زیرِ دام لانے کے لیے اپنی عمرِ رفتہ کے تجربے اور بچی کھچی جوانی کو کس طرح استعمال کر رہی ہے۔ اس وقت وہ خاصی خوش نظر آرہی تھی۔ شاید اسے یہ یقین حاصل ہو گیا تھا کہ اب اجیت رائے اسے اپنی اگلی فلم میں کوئی ایسا رول دلوادے گا جس کا معاوضہ اگلے ایک سال کے لیے اسے باعزت انداز میں پُرآسائش زندگی کی ضمانت فراہم کر سکے۔

شمی کے لیے فلم نگری میں دو ہی مقاصد کی اہمیت ہمیشہ پیشِ نظر رہی تھی۔ ایک دولت اور دوسری شہرت لیکن حال ہی میں جب بہت معقول بلکہ اس سے بھی دگنا معاوضے پر' جو وہ بطور ہیروئن لیتی رہی تھی' اسے کچھ لوگوں نے ایک بلیو فلم میں لیڈنگ رول کی پیش کش کی تو پہلی بار اسے احساس ہوا کہ عزت بھی کوئی چیز ہوتی ہے' جسے کوئی طوائف بھی صرف دولت کے لیے نیلام نہیں کرتی۔ شمی چوتھی شادی کے لیے اجیت رائے کو پھانسنے کی کوشش بھی کر رہی تھی اور اس نے خود آشا کے سامنے ایک ڈنر ٹیبل پر اعتراف کیا تھا کہ اجیت رائے جیسے تجربے کار اور ماہر شکاری کو شکار کرنا یقیناً ایک مشکل چیلنج ہے۔

سوئمنگ پول کے مخالف کنارے پر تیس پینتیس سال کی ایک واجبی شکل وصورت مگر کسے ہوئے بدن والی عورت بظاہر آشا کی طرح کافی کا مگ لیے کوئی فیشن میگزین دیکھ رہی تھی مگر آشا کو معلوم تھا کہ درحقیقت وہ اس لمبے' سوکھے بانس جیسے وکیل کا انتظار کر رہی ہے جو دہلی سے کسی مقدمے کے سلسلے میں اپنے سیٹھ سے ہدایات لینے ممبئی آیا تھا مگر یہاں آکے اسے معلوم ہوا کہ سیٹھ ابھی دبئی سے نہیں لوٹا چنانچہ وہ ہوٹل بیچ پیراڈائز میں انتظار کے روز و شب عیش و عشرت میں گزارنے پر مجبور تھا اور وہ عورت اس کی مجبوری سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کر رہی تھی تو اس میں کوئی غلط بات نہ تھی۔ وہ خود اس وکیل سے زیادہ مجبور تھی۔ وکیل کی بیوی پرلوک سدھار چکی تھی تو اس کا شوہر اپنی سیکریٹری کو پیارا ہو گیا تھا۔ یہ کوئی انوکھی یا ناقابلِ برداشت بات نہیں تھی۔ ہر دولت مند بزنس ایگزیکٹو کی بیوی اگر حقیقت پسندانہ سوچ سے کام لے تو گھر کی مالکن کا عہدہ مستقل طور پر اس کے پاس رہ سکتا ہے۔ دفتر میں سیکریٹری اگر پارٹ ٹائم بیوی کے فرائض بھی پورے کرتی ہے تو شوق سے کرے۔ غلطی اس سے یہ ہوئی کہ غصے میں اس نے شوہر کے سامنے ایک جذباتی مطالبے کی دیوار کھڑی کر دی کہ وہ فاحشہ اتنی پسند ہے تمہیں تو جاؤ' اسی سے شادی کر لو اور شوہر تو جیسے اسی لوکس کے انتظار میں تھا۔ اس نے خوش دلی سے کہا۔ ''او کے۔ جیسی تمہاری خوشی'' اور بس۔ وہ الٹے پاؤں لوٹ گیا اور ایک ہفتے بعد طلاق نامہ بھجوادیا۔

دو دن پہلے آشا نے لنچ کے وقت اس عورت کو روتے سنا تھا۔ وہ وکیل کو اپنے عیاش شوہر کی خودغرضی اور بے حسی کی داستان سنا رہی تھی اور شاید اپنی مظلومیت کو اجاگر کرنے کے لیے خوب نمک مرچ بھی لگاتی جا رہی تھی۔ آشا کی پیٹھ اس عورت کی طرف تھی۔ وکیل اس کے سامنے بیٹھا تھا مگر آشا اس کی جذباتی ہمدردی کے جملے بھی سن رہی تھی۔ عورت نے اسے بتایا کہ کس طرح دس سال تک اس نے اپنے شوہر کو اپنا دیوتا سمجھ کے اسے پوجا۔ دن رات اس کی خدمت کی۔ گھر سے باہر اس کی رنگ رلیوں اور شراب نوشی کو برداشت کیا اور اس کے دل کو چھلنی کر دینے والے طعنے سنے کہ بنجر زمین کی طرح اس کا وجود ہی بے مقصد ہے۔ وہ ایک بچہ نہیں پیدا کر سکتی تو اسے عورت کہلانے کا کیا حق ہے۔ یہ تو اسے اپنا میڈیکل چیک اپ کرانے کے بعد پتا چلا کہ اس کے جسم کی مشینری بالکل پرفیکٹ ہے۔ وہ بنجر زمین نہیں تھی۔ اس کا شوہر ہی بے ثمر درخت تھا۔

آشا کو چھپ کر کسی اور کی باتیں سننے یا جاسوسی کرنے کا شوق نہیں تھا مگر دونوں بار ایسا اتفاق ہوا کہ اسے دو عورتوں کی زندگی میں رازداری کی دیوار کے اوپر سے جھانکنے کا موقع مل گیا۔ تیسری عورت وہ خود تھی۔ اس احساس نے آشا کی آنکھوں پر شک کی دوربین لگادی تو اسے اپنے اردگرد ایک حمام نظر آنے لگا جس میں شاید سب ننگے تھے۔ کچھ وقت گزاری اور کچھ تجسس کے ساتھ یہ ماضی کی ندامتوں اور مستقبل کے اندیشوں سے نجات کی لاشعوری کوشش بھی تھی کہ آشا نے ہوٹل میں نظر آنے والے دوسرے کرداروں کے رویوں پر نظر رکھنا' چوری چھپے ان کی باتیں سننا اور ایک سے دوستی بڑھا کے دوسری کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کا سلسلہ شروع کیا۔ جب آدمی مشکلات اور مصائب کے سمندر میں ڈوب رہا ہو تو یہ خیال بھی دل کو کتنی تسکین دیتا ہے کہ تقدیر کے ستم کا نشانہ ایک وہ ہی نہیں۔ اردگرد ہر شخص اپنے دکھوں کی ذاتی دلدل میں اسی طرح غرق ہے۔

آج بھی صبح وہ ڈائننگ ہال میں ناشتے کے لیے پہنچنے والی پہلی عورت تھی۔ گزشتہ رات اس نے گیارہ بجے ہی نیند کی

گولی کھا کے لائٹ آف کر دی تھی۔ اس وقت ہوٹل کا ڈائننگ ہال بھرا ہوا تھا اور عیش و مسرت کے جوان جذبوں کو بے خودی عطا کرنے والوں کے لیے رات ابھی جوان ہوئی تھی۔ وہ بارہ بجے تک اپنی فکروں میں غلطاں کروٹیں بدلتی رہی اور صبح چھ بجے پھر جاگ گئی۔ سات بجے تک وہ آنکھیں کھولے پڑی رہی مگر پھر پریشان کرنے والے خیالوں نے یلغار کی تو وہ گھبرا کے اٹھ کھڑی ہوئی۔ آٹھ بجے تک وہ نہا دھو کے کپڑے بدل کے اور میک اپ کر کے ناشتا کرنے نیچے جا پہنچی۔ اس نے اپنے لباس کا انتخاب بہت سوچ سمجھ کے کیا تھا۔ اس میں صاف چھپتے بھی نہیں، سامنے آتے بھی نہیں والا ایسا بے ساختہ پن تھا کہ کوئی اس پر بے حجابی یا خود نمائی کا الزام نہیں لگا سکتا تھا۔ یہ ایک خاص ذہنی سطح اور بیرون ملک رہنے کی عادی، اپر کلاس کی عورت کا نیچرل اسٹائل لگتا تھا۔

اس کی عمر اب تیس سال ہو گئی تھی مگر کچھ دست قدرت کی عطا تھی کہ اسے حسن کی تابندگی کے ساتھ ایسی معصومیت بھی ملی تھی جو دل پر اثر کرتی تھی۔ اس کی جلد کی رنگت میں شگفتگی تھی اور جسم کی نزاکت میں شاخِ گل جیسی لچک۔ وہ جب اپنی عمر تیس سال بتاتی تھی تو بعض اوقات سننے والا حیران ہوتا تھا کہ وہ سچ کیوں بول رہی ہے۔ وہ چاہے تو ظاہری عمر میں مزید دو تین سال کی ڈنڈی مار سکتی ہے۔ اپنے حسن و شباب کے اس خداداد اثاثے کو آشا نے کسی جواری کے مال کی طرح نہیں، کسی پنشنر کی آمدنی کی طرح بچا بچا کے خرچ کیا تھا۔ زندگی کا سفر بڑا طویل تھا اور کون جانے بڑھاپے کا تنہا سفر کتنا طویل ہو۔ اس عمر میں ضروریات بڑھ جاتی ہیں اور رشتے گھٹ جاتے ہیں۔ کوئی کام آتا ہے تو صرف وہ پیسا جس پر اپنا اختیار ہو۔

افسوس کی بات یہ تھی کہ ابھی تک اس کی پلاننگ تیسری بار اپنی ہی کسی غلطی کے باعث ناکامی سے دوچار ہو چکی تھی۔ اسے خود پر کنٹرول نہ تھا چنانچہ عملاً گزشتہ آٹھ برسوں میں اس کو لاکھوں میں کھیلنے کا موقع ملا تھا مگر وہ لاکھوں اس نے فضول خرچی میں اڑا دیے تھے۔ ہر بار پس انداز کرنے کی خواہش کو خود اس نے اپنی عاقبت نااندیشی سے یہ کہہ کر ٹال دیا تھا کہ ابھی کیا جلدی ہے۔ ابھی نوجوانی کا رنگین سفر شروع ہوا ہے۔ ابھی سے ارمانوں کو کچل کے خواہشوں کو صبر کی قبر میں سلانے اور خوشی کے آسمان پر روشن سارے ستاروں کو بجھانے کی کیا ضرورت ہے۔ ہو جائے گا یہ کام بھی وقت آنے پر۔

اور وقت اس کی مٹھی سے ہوا کی طرح گزرتا گیا تھا اور لاکھوں جو آٹھ برسوں میں اڑائے نہ جاتے تو کم سے کم بھی اس کے بینک بیلنس میں ایک کروڑ بن سکتے تھے، نہ جانے کہاں کہاں تقسیم ہو کے غائب ہو گئے تھے۔ دبئی کے شاپنگ ٹورز۔ بیش قیمت ملبوسات اور زیورات۔ ہوٹلوں اور کلبوں میں شاندار پارٹیاں۔ ریس کورس، پرفیومز، اعلیٰ ترین شراب۔ دکھ اور پچھتاوے کے احساس سے آشا کا دل پھٹنے لگا تھا۔

کتنا گریس فل، پاور فل اور بیوٹی فل نظر آتا ایک کروڑ کا گھر۔ ایک کے ساتھ سات صفر صف بستہ۔ جیسے الٰہ دین کے ایک چراغ کے سات جن۔ مگر اس کے اکاؤنٹ میں تو ایک کا ہندسہ صرف تین صفر لیے اپنی کم مائیگی اور ناطاقتی پر شرمسار سا نظر آتا تھا۔ چار ہزار روز کا تو صرف ہوٹل کے کمرے کا کرایہ تھا۔ ایک عام کمرے کا۔ اس ہوٹل میں دس دس ہزار والے ڈیلکس سوئٹ بھی تھے۔ ہزار روپے سے زیادہ دن بھر کے کھانے پینے کا بل ہو جاتا تھا۔

لیکن اصل فضول خرچی اس نے جوا کھیل کر کی تھی۔ یہ اسی کا نتیجہ تھا کہ منوج کے دیے ہوئے ڈھائی لاکھ روپے صرف پندرہ دن میں گھٹتے گھٹتے پچیس ہزار رہ گئے تھے۔ اگر وہ

سنبھل کے چلتی تو اس رقم سے دو مہینے گزار سکتی تھی۔ دو مہینے میں بہت کچھ ہو سکتا تھا۔ مگر اب اس کے پاس صرف پانچ دن کی مہلت تھی۔ اس کے بعد وہ کیا کرے گی؟ کہاں جائے گی۔ ناشتے کے دوران میں بھی اس کا ذہن شدید انتشار میں مبتلا تھا۔

''ہیلو'' کسی نے اس کے قریب آ کے کہا۔

اس نے چونک کر دیکھا۔ سفید پینٹ شرٹ اور سفید لیدر شوز میں چالیس بیالیس سال کا ایک پستہ قد اور سیاہ رو شخص اس کے قریب کھڑا بڑے دوستانہ انداز میں مسکرا رہا تھا۔ اس نے سنہری کمانی کا نازک سا چشمہ لگا رکھا تھا اور سر کے آدھے سے زیادہ سفید اور چھدرے ہوئے بالوں کی پردہ پوشی کے لیے یا شاید عادتاً ایک سفید گول پیالے جیسی ٹوپی اوڑھ رکھی تھی۔

آشا حوصلہ افزا طریقے پر مسکرائی ''ہیلو!''

''کیا میں آپ کے ساتھ یہاں بیٹھ سکتا ہوں'' اس نے مہذب لہجے میں کہا مگر جواب کا انتظار کیے بغیر کرسی کھینچ لی۔

''شیور! وائے ناٹ'' آشا نے خوش دلی سے کہا۔

''ہے تو یہ عجیب سی بات کہ پورا ہال خالی پڑا ہے اور میں آپ کی میز شیئر کرنا چاہتا ہوں۔'' وہ بولا ''مگر جب میں یہاں آیا تو دوسری میز پر اکیلا بیٹھنا مجھے زیادہ عجیب لگا۔ کیا کہتے ہیں وہ...... ایک اکیلا اور دو گیارہ۔''

آشا مسکرائی ''بالکل ٹھیک کہا آپ نے۔ اب ہم اکیلے نہیں رہے۔''

''میرا نام اشوک ناتھ ہے'' وہ بولا۔

''میں آشا ہوں۔''

''آشا یعنی امید۔ مگر اس سے پہلے اور اس کے بعد......'' اس نے چٹکی بجا کے ویٹر کو متوجہ کیا۔

آشا اس سوال کے لیے تیار تھی ''دو ہفتے پہلے میں مسز آشا منوج تھی۔ اب صرف آشا ہوں' میں ناشتا کر چکی ہوں۔''

''میرے ساتھ پھر کر سکتی ہیں یا کم سے کم ایک کپ کافی ضرور لے سکتی ہیں'' اس نے آرڈر دے کر کہا ''مجھے عادت ہے صبح جلدی اٹھنے کی۔ لوگ تو ابھی آنا شروع ہوں گے دس بجے کے بعد۔ یہ جو آپ کے شوہر تھے' کیا ہوا تھا انہیں؟''

''انہیں...... کچھ نہیں۔''

''پھر وہ آپ جیسی بیوی کو چھوڑ کے اس دنیا میں کہاں چلے گئے یا دوسری دنیا میں کیوں چلے گئے؟''

آشا ہنسی ''کچھ ایسے اسباب پیدا ہو گئے تھے کہ خود میں انہیں چھوڑنے پر مجبور ہو گئی۔''

''میرا خیال ہے کہ ایک دوسرے کی نجی زندگی کے بارے میں ہم کوئی سوال نہ کریں' کم سے کم پہلی ملاقات میں۔''

آشا کو کچھ یاد آ گیا ''میرا خیال ہے کہ یہ ہماری دوسری ملاقات کہلائے گی۔''

''ہاؤ از دیٹ!''

''پرسوں...... یا شاید اس سے ایک دن پہلے۔ آپ نے کھڑے کھڑے دو لاکھ روپے ہار دیے تھے۔ اس ٹیبل پر میں بھی تھی۔''

اس نے آشا کو غور سے دیکھا ''پھر یقیناً میری ہار کی ذمے دار آپ رہی ہوں گی۔''

''وہ کیسے؟'' آشا مسکرائی۔

''میری نظر اور توجہ ہو گی آپ کی طرف' خوبصورت چہرے میرے ہوش اڑا دیتے ہیں۔''

آشا کے چہرے پر لالی آ گئی ''اگر ایسا ہوتا تو آپ کو بھی یاد رہتا......''

وہ خفت سے بولا ''سچ بتاؤں' یاد تو مجھے تھا اور جب میں نے آپ کو تنہا بیٹھا دیکھا تو میں نے خود سے کہا کہ کیسا مبارک ہے یہ دن۔ اگر بھگوان سے سورگ کی کوئی اپسرا بھی مانگتا تو مل جاتی۔ اور بھگوان نے کہا مورکھ...... دیکھ تو سورگ میں ہے اور اپسرا تیرے سامنے ہے۔''

آشا کو اچانک یوں لگا جیسے اس کے لیے بھی زندگی کا وہ مبارک دن طلوع ہو چکا ہے جس کا اسے بڑی بے چینی سے انتظار تھا۔ مچھلی چارہ نگلنے کے لیے بے قرار نظر آتی ہے۔ اسے ڈور کو آہستہ آہستہ ڈھیل دینی چاہیے۔ مچھلی آئے گی' دیکھنا صرف یہ ہے کہ مچھلی کتنی بڑی ہے۔''

''مسٹر اشوک! آپ کیا ہیں...... رائٹر' لیڈر یا شاعر......؟'' آشا نے شوخی سے کہا۔

''بدقسمتی سے کچھ بھی نہیں'' وہ بولا ''ایک بزنس مین ہوں مگر یہ خیال آپ کو کیسے آیا؟''

''باتیں بنانے اور باتوں سے بنانے کا فن خوب آتا ہے آپ کو۔'' اس نے ایک ادائے ناز سے زلفیں جھٹک کے کہا۔

''کیا بزنس کرتے ہیں آپ؟''

''ہر قسم کا'' اس نے ٹالنے کے انداز میں کہا۔

''اسی شہر میں؟''

وہ پھر طرح دے گیا۔ ''ہر شہر میں۔ آج یہاں تو کل وہاں۔ بہت تھک جاتا ہوں تو کچھ دن آرام کر لیتا ہوں۔ کبھی یہاں' کبھی وہاں۔ پسند تو مجھے سوئزرلینڈ ہے مگر کاروبار سے اتنا وقت نکالنا مشکل ہوتا ہے۔''

آدمی تو مطلب کا ہے۔ آشا نے سوچا۔ کوئی عام بزنس مین صرف آرام کے لیے سوئزرلینڈ جانے کی بات نہیں کرتا۔ ایسے مرد آشا کے لیے ایک پسندیدہ شکار کی حیثیت رکھتے تھے۔ ادھیڑ عمر جو اپنی پرانی وضع کی چار چھ بچوں کی اماں بن جانے کے بعد بے ہنگم اور خود سے بھی بے پروا ہو جانے والی بیوی کو سماجی ذمے داری کے سوا کچھ نہیں سمجھتے۔ وہ عورت ضرور کہلاتی ہے اور کسی قدیم بے مصرف ہو جانے والی ڈگری کی طرح جو کسی بکس میں بحفاظت بند پڑی رہتی ہے۔ وہ بھی دھرم پتنی کے باعزت منصب پر فائز گھر داری میں مگن رہنا پسند کرتی ہے۔ شوہر کے اندر کا مرد کسی سیکریٹری' داشتہ یا سوشل بٹر فلائی کے ساتھ دل کی اور جذبات کی جوانی کو زندہ رکھتا ہے اور اپنی دولت کا ایک حصہ دان پن کے لیے نکالتا ہے۔ دوسرا گھر بار کے لیے تو تیسرا اس خوش فہمی میں مبتلا رہنے کے لیے کہ وہ آج بھی ایک پرکشش مرد ہے جس پر عورتیں مرتی ہیں۔

وہ ایک گھنٹے تک باتیں کرتے رہے۔ آشا نے اسے ایک دل پر اثر کرنے والی مظلومیت کی داستان سنائی جس سے یہ اشارہ بھی ملتا تھا کہ منوج جیسے قدر نا شناس' ہوس پیشہ اور شکی مزاج شخص کو بھی اس نے دو سال برداشت کیا مگر وہ ایک اذیت پسند نفسیاتی مریض بھی تھا۔ اکیلے میں وہ کیا کرتا تھا' یہ بتانا ممکن نہیں۔ جسم کے داغ تو مندمل ہو جاتے تھے مگر دل کے زخم آج بھی ٹیس دیتے ہیں۔

اشوک نے بے حد ہمدردی اور افسوس کا اظہار کیا اور اپنی بیوی کے بارے میں بتاتا رہا جو دائمی مریض تھی۔ جس مرض کے بارے میں وہ کسی سے سن لیتی تھی اگلے دن وہ اسے لاحق ہو جاتا تھا۔ وہ کبھی خوش نہ ہونے والی' ہر وقت بدبختی کو رونے والی جاہل عورت تھی۔ خاندانی شادی تھی اس لیے وہ نبھا رہا ہے ورنہ اس نے زندگی کو ایک مستقل سزا بنا رکھا ہے۔ وہ ہر وقت کھاتی رہتی ہے چنانچہ پھیلتی جا رہی ہے اور سچ مچ مختلف عوارض کا شکار ہو چکی ہے۔ وہ بدصورت اور بدزبان ہی نہیں بداطوار بھی ہے مگر اس کی ذمے داری ہے۔ اس نے ایک آہ بھری ''اب وہ میرے ساتھ یہاں آئی ہے تو میرے لیے کیسی تفریح اور کہاں کا آرام۔'' اشوک نے دکھی دل کے ساتھ کہا۔ ''ابھی وہ سو رہی تھی تو میں چپکے سے نکل آیا۔ تمہارے ساتھ اچھا وقت گزر گیا۔''

آشا نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا ''میں خود تم سے زیادہ تنہا اور دکھی ہوں۔ کیا ہم ایک دوسرے کا غم بانٹ نہیں سکتے۔ تم سے باتیں کر کے میں بھی خود کو بہت ہلکا پھلکا محسوس کر رہی ہوں۔''

اس نے گھڑی دیکھی ''میں اب چلتا ہوں۔ وہ اٹھتی تو بارہ بجے ہے مگر آنکھ کھل گئی اور اس نے مجھے موجود نہ پایا تو سوال کر کر کے میرا جینا عذاب کر دے گی۔ وہ خود تو کمرے سے نکلتی نہیں۔ چاہتی ہے میں بھی اس کے ساتھ کمرے میں بند رہوں۔''

آشا نے کہا ''میں سوئمنگ پول پر جا رہی ہوں۔ اگر وہ سو رہی ہو تو وہیں آ جانا۔ میں تمہارا انتظار کروں گی۔''

''سوئمنگ کے لیے؟'' اس نے اشتیاق کا اظہار کیا۔

''ہاں' بڑا مزہ آتا ہے اس وقت۔ کم لوگ ہوتے ہیں نا——'' آشا نے چارہ نگل لینے والی مچھلی کو ایک جھٹکا دیا۔ ''میں بھی آتی ہوں نہانے کا لباس بدل کے۔''

اشوک کی آنکھوں میں ایک چمک سی پیدا ہوئی۔ اس نے ہونٹوں پر زبان پھیری اور نظروں میں آشا کے جسم کو تول کے تصور کی آنکھ سے اس کے سارے سنسنی خیز نشیب و فراز دیکھے اور ایک خواب آرزو کا منظر سا دیکھا کہ ایک سنہری ریشمی اور ہاتھ میں آ کے پھسل جانے والی جل پری کے ساتھ شفاف پانیوں کی ٹھنڈی خلوت میں اس کے جذبات کی آگ کیسے بھڑکتی جا رہی ہے۔

''بس——'' اس نے سر ہلا کے کہا ''میں ابھی آتا ہوں۔''

اس بات کو ایک گھنٹا ہونے والا تھا۔ وہ نہانے کے آتشیں سرخ لباس میں' جس میں اس کے بدن کا اجلا پن ابھر کے سامنے آتا تھا ایک کرسی پر نیم دراز تھی۔ اس کے قریب سبزے پر اورنج جوس کا ایک خالی گلاس اور ایک لوشن کی شیشی پڑی تھی جو اس نے پانی میں اترنے سے پہلے اپنے جسم کے کھلے حصوں پر ملا تھا۔ اس کی گود میں ایک ماہ پہلے کا ''پلے بوائے'' میگزین تھا جس کی سب تصویریں خوبصورت جوان لڑکیوں کی تھیں جو اپنے پرشباب بدن پر غرور کرنے میں حق بجانب تھیں اور اسے تشہیر کے لیے مارکیٹنگ کے جدید اصولوں کے مطابق استعمال کر رہی تھیں۔ عام بیویوں کے لیے اپنے رشک اور حسد کے جذبات کا اظہار اس طرح ممکن تھا کہ وہ انہیں بے حیا' فاحشہ وغیرہ کہیں مگر اس سے ندیدے شوہروں کی نظر کی پیاس تو نہیں بجھ سکتی تھی۔

ایک بار پھر کسی نے اس کے قریب آ کے کہا ''ہیلو!''

آشا نے چونک کے اسے دیکھا۔ وہ اٹھائیس تیس سال کا وہی نوجوان تھا جو بہت دیر سے ایک مختصر اور ٹائٹ انڈر ویئر

پینے سوئمنگ پول کے کنارے بیٹھا گھاس کا ایک تنکا چبا رہا تھا۔ آشا نے اسے دو بار ڈائیونگ بورڈ سے جمپ لے کر فضا میں بلند ہوتے اور پھر سر کے بل کسی کریش کرنے والے جہاز کی طرح پانی میں غائب ہوتے دیکھا تھا۔ ایک بار اس نے بیک سمرسالٹ کا مظاہرہ بھی کیا تھا۔ وہ یقیناً ایک ماہر تیراک تھا۔ اس کا قد چھ فٹ اور بدن کسرتی تھا۔ اس کے چوڑے سینے اور مضبوط بازوؤں کے سارے مسل طاقت سے بھرپور اور بے حد پرکشش تھے۔

اس حقیقت کو خود آشا نے تسلیم کیا کہ اس خوبصورت حیوانی طاقت سے بھرپور مرد کی کشش کسی بھی عورت کے جذبات میں طلب کی آگ اسی طرح بھڑکا سکتی تھی جیسے وہ ماڈلز اپنے آتش فشاں بدن سے مردوں کو دیوانہ بنا دیتی تھیں جن کی تصاویر وہ پلے بوائے میں دیکھ رہی تھی۔ مگر ایسے مرد فی الحال اس کے مطلوب و مقصود نہیں تھے۔

اس نے سرد مہری سے کہا ''ہیلو۔''

وہ گھاس پر اس کے پاس بیٹھ گیا ''میں بہت دیر سے آپ کو دیکھ رہا تھا۔ آپ کسی کا انتظار کر رہی ہیں؟''

''شاید...... '' آشا نے کہا ''تم کیوں پوچھ رہے ہو؟''

''آنے والے اتنی دیر سے نہیں آتے'' وہ کسی فلسفی کی طرح بولا ''کہیں وہ اشوک ناتھ تو نہیں؟''

''تم...... تم جانتے ہو اسے؟''

وہ مسکرایا ''اسے کون نہیں جانتا۔''

''کیوں...... ایسی کیا خاص بات ہے؟'' آشا نے کہا۔

''خاص بات یہ ہے کہ اشوک ناتھ ملہوترا ایک گروپ آف انڈسٹریز کا مالک ہے۔ اگر بھارت کے سو دولت مند ترین افراد کی فہرست بنائی جائے تو اس کا نام لازمی طور پر آئے گا اور غالباً کافی اوپر۔''

آشا کی دلچسپی ایک دم بڑھ گئی ''وہ اتنا مشہور آدمی ہے؟''

وہ ہنسا ''ٹاٹا...... برلا...... گودریج...... ایسے نام کیا کسی شہرت کے طلب گار ہوتے ہیں۔ اشوک ناتھ بھی ہزار ہاتھوں والا آکٹوپس ہے۔ اس کے یہ ہاتھ پورے بھارت کی ہر صنعت میں نظر آتے ہیں۔ اخبار اور ٹی وی چینل بھی اپنے ہوں تو پھر پبلسٹی خود بخود ہو جاتی ہے۔ دو دن پہلے آپ اس کے ساتھ ایک ٹیبل پر جوا کھیل رہی تھیں۔ آپ نے دس ہزار ہارے تھے تو آپ کا برا حال ہو گیا تھا صدمے سے۔ وہ دو لاکھ ہار کے بھی ذرا ملول نہیں تھا۔ ابھی کچھ دیر پہلے آپ نے ناشتا کیا تھا اس کے ساتھ۔''

''تم خاصے باخبر رہنے والے آدمی ہو'' آشا نے کہا۔

''کیا آدمی کو آنکھیں اور کان کھلے نہیں رکھنے چاہئیں؟ آپ کے آس پاس کیا ہو رہا ہے؟ آپ کو بھی نظر تو آتا ہوگا۔''

آشا نے کہا ''تم کرتے کیا ہو؟''

''کچھ نہیں...... اور سب کچھ'' وہ بولا۔

''تم اس ہوٹل کے عملے میں شامل ہو؟ سیکیورٹی یا لائف گارڈ۔ جمنازیم وغیرہ سے تعلق ہے؟''

اس نے نفی میں سر ہلایا ''نو میم! آپ کی طرح میں بھی اس ہوٹل کا ایک معزز مہمان ہوں۔ آپ اکیلی ہیں نا؟''

''تمہیں تو معلوم ہونا چاہیے'' وہ طنز سے بولی۔

''معلوم ہے۔ آپ بھی انہی کے جیسی ہیں۔''

''کیا مطلب؟'' آشا نے خفگی سے کہا ''کس کے جیسی؟''

''جیسی یہاں عموماً نظر آتی ہیں۔ کسی شوہر کی متلاشی جو کسی موٹی اسامی کو پھانسنے کے لیے......''

''شٹ اپ!'' آشا نے کہا۔

''برا ماننے کی بات نہیں۔ میں بھی آپ کے جیسا ہوں۔ ایک ہی کشتی کے مسافر ہیں ہم دونوں'' وہ بولا۔

''تم جیسے...... بے ہودہ آدمی کے ساتھ کسی کشتی میں بیٹھنے پر میں ڈوبنے کو ترجیح دوں گی۔'' آشا نے کہا مگر اب اسے اس نوجوان کی قربت نے متاثر کر لیا تھا۔

''ڈوب تو آپ پہلے ہی چکی ہیں مسز آشا منوج! اب آپ کو پھر پار اترنے کے لیے کسی مضبوط سہارے کی تلاش ہے۔ مگر میں آپ کو بتا دوں، اشوک ناتھ ایسا آدمی نہیں ہے۔''

''تمہیں لوگوں کی نجی زندگیوں میں ٹانگ اڑانے کا حق کس نے دیا ہے؟'' وہ بگڑ کے بولی ''یہی کرتے ہو تم، لوگوں کو بلیک میل کرنا ہے تمہارا کام؟''

''نو میم! ابھی میں نے کہا تھا نا کہ میں بھی آپ کے جیسا ہوں۔ آپ مردوں کو پھانستی ہیں، میں آپ جیسی عورتوں پر ڈورے ڈالتا ہوں۔ وہ خود ریجھ جاتی ہیں مجھ پر۔ دولت مند بیوائیں اور مطلقہ عورتیں۔ ناآسودہ بیویاں جن کے شوہر انہیں نظر انداز کر کے باہر فلرٹ کرتے پھرتے ہیں۔ میں ان کا ہمدرد ہی نہیں، غمگسار اور تنہائی کا شریک بن کے اپنا اُلو سیدھا کرتا ہوں۔ میں بھی تین بار شادی کر چکا ہوں اور اچھا گزارہ ہو رہا ہے میرا۔ یہ ہوٹل مستقل ٹھکانا ہے میرا۔ آمدنی بھی کم نہیں ہے۔''

آشا کے لیے اب وہ ناقابلِ برداشت ہو گیا تھا ''اگر پھر تم نے کبھی مجھ سے بے تکلف ہونے کی کوشش کی تو میں ہوٹل کی

انتظامیہ سے شکایت کر دوں گی۔'' وہ اٹھتے ہوئے بولی۔

اس نے بے پروائی سے کہا ''رمیش ہے میرا نام۔ روم نمبر ہے دو سو ایک۔ کبھی آپ کو رات کی تنہائی ڈسنے لگے یا دن میں کسی دوست کی ضرورت ہو تو آپ کے لیے میری خدمات بلا معاوضہ ہیں۔''

اپنے کمرے میں آ کے وہ بستر پر گر گئی۔ زندگی کے تلخ حقائق کا کڑوا پن اسے زہر کی طرح محسوس ہو رہا تھا۔ کتنی آسانی سے اور کسی کمپلیکس کے بغیر رمیش نے کہہ دیا تھا، ہم دونوں ایک ہی کشتی کے مسافر ہیں۔

فرق صرف یہ ہے کہ اس کو کشتی کے ڈوبنے کا کوئی خطرہ لاحق نہیں۔ وہ پُراعتماد ہے اور اپنے مستقبل سے بھی مایوس نہیں ہے۔ حالانکہ جو طاقت اس کے پاس ہے وہ میرے پاس بھی کم نہیں۔ پھر اشوک ناتھ کیوں نہیں آیا؟ شاید اس کی دائم المریض بیوی نے اسے نکلنے نہیں دیا۔ اس نے شوہر کے موڈ کو تاڑ لیا۔ یا کچھ دیکھ لیا۔ ہر شکی مزاج عورت بلاوجہ تو شک نہیں کرتی۔ ان کے شوہر اسباب خود فراہم کرتے ہیں۔ ہر شک کی بنیاد وہم پر نہیں ہوتی۔ کچھ وہم بھی حقیقت پر مبنی ہوتے ہیں۔ دھواں تو وہیں سے اٹھتا ہے جہاں آگ ہو۔

ایک بار پھر اسے پچھتاووں نے ڈنک مارنے شروع کیے۔ تین شادیاں رمیش بھی کر چکا ہے مگر وہ خوشحال ہے۔ اسے پیسے کی کوئی کمی نہیں۔ اس لیے کہ وہ دور اندیش ہے۔ اپنی صحیح قیمت تو میں نے بھی وصول کی تھی مگر میں نے آنے والے برے وقت کے لیے کوئی سرمایہ کاری نہیں کی۔ یہ فرض کر لیا کہ دولت کی گنگا ہر جگہ بہہ رہی ہے۔ اس میں ہاتھ کہیں بھی دھوئے جا سکتے ہیں۔ یہ نہیں سوچا کہ وقت اس جسم سے اپنا خراج وصول کر کے گزر رہا ہے اور عمر رفتہ کا ہر سال مارکیٹ میں شیئر ویلیو کو کم کر رہا ہے۔ تازہ مال ہر روز پہنچ رہا ہے۔ پھر باسی کون لے گا۔ وہی جو سستا چاہے گا۔

رمیش میں اور اس میں بھی ایک بنیادی فرق تھا۔ اس کی مارکیٹ ویلیو دونوں طرف تھی۔ عمر کی سرحد کے ادھر بھی اور ادھر بھی۔ وہ بیس سال سے ستر سال تک کی عورت کی ڈیمانڈ تھا۔ جبکہ عورت کے معاملے میں یہ فارمولا اس کے بالکل الٹ تھا۔ مرد بیس کا ہو یا ستر کا۔ چھوکری ایک ہی عمر کی مانگتا ہے۔ بیس سے پچیس پرائم ٹائم تھا، اس کے بعد......!

اس نے گھبرا کے ایک سگریٹ جلائی اور کمرے میں چکر لگانے لگی۔ وہ ابھی تک غسل کے لباس میں تھی۔ اس نے فریج کھول کے ایک بیئر نکالی۔ گزشتہ رات سے ایک رات پہلے ایک ناکامی کے بعد وہ بہت پی گئی تھی۔ اسے مفت کی پلانے والا حرامی نمبر ون تھا۔ اسے مدہوشی کے عالم میں اپنے ساتھ لے گیا تھا اور صبح اسے سوتا چھوڑ کے بھاگ گیا تھا۔ اس نے غصے میں کچھ اور پی تھی اور پھر سارا دن اس کی طبیعت متلاتی رہی تھی۔

سوٹ کیس کھول کے اس نے اپنی باقی ماندہ رقم کو پھر شمار کیا۔ اس امید میں کہ شاید بچی ہوئی رقم پچیس سے بڑھ کر پچاس ہو جائے۔ مگر اس میں دو ہزار مزید کم ہو گئے تھے۔ تین چار دن اور گزر جائیں گے...... پھر......؟

وہ کیا کرے، منوج سے کہے کہ وہ باقی ڈھائی لاکھ بھی دے دے۔ سب نہ سہی اس میں سے ایک لاکھ بھیج دے۔ وہ اس سے اپنی ضرورت بیان کرے۔ اسے کوئی جھوٹی کہانی سنائے کہ کسی نے اس سے رقم چھین لی ہے۔ ہوٹل کے کمرے سے چرا لی ہے۔ وہ سخت مصیبت میں ہے۔ جو رقم اسے پندرہ دن بعد ادا کرنی ہے، وہ آج ادا کرنے میں کیا حرج ہے؟

مگر وہ جانتی تھی کہ منوج کا جواب کیا ہوگا؟ وہ صاف انکار کر دے گا۔ تم اور تمہاری ضرورت، دونوں جاؤ جہنم میں۔ پندرہ دن میں تم نے ڈھائی لاکھ اڑا دیے۔ اب کچھ اندازہ ہوا کہ دولت کمانا اور سنبھال کے رکھنا کتنا مشکل کام ہے۔ میں نے برسوں میں کمائی تھی وہ دولت جو تم نے مہینوں میں ٹھکانے لگا دی۔ بھگوان نے بڑی کرپا کی، میں مکمل تباہی سے بچ گیا ورنہ تم تو مجھے کنگال کر کے سڑک پر لے آتیں۔ اب مہینہ پورا ہونے کا انتظار کرو۔ طلاق کے موثر ہونے سے پہلے میں تم کو ایک پیسا دینے والا نہیں خواہ اس سے تمہاری زندگی بچانے والی دوا خریدنا ضروری ہو۔

ڈھائی لاکھ تو اسے ضرور ملیں گے۔ مگر عدالتی فیصلے کے مطابق پندرہ دن بعد۔ اس نے کمرے میں ٹہلتے ہوئے سوچا۔ مگر وہ بھی کتنے دن چلیں گے؟ وہ محتاط طریقے پر رہی تو مہینہ ڈیڑھ مہینہ۔ اس عرصے میں کوئی نہ کوئی تدبیر ضرور کارگر ہوگی۔ اپنے مطلب کا اور اپنے معیار پر پورا اترنے والا کاٹھ کا اُلو تو ایسے ہی کسی ہوٹل میں ملے گا جہاں ایک اسٹائل اور معیار کے ساتھ رہنے کا خرچ ڈیڑھ دو لاکھ روپے ماہانہ سے کم نہیں ہو سکتا۔ بڑی مچھلی تو گہرے سمندر میں ہی ملتی ہے۔ اشوک ناتھ کا رویہ بڑا امید افزا تھا۔ وہ ایک بار پھنس گیا تو اس کے جال سے نکل نہیں پائے گا۔ تین شوہروں اور ان گنت عیش کرانے والے پرستاروں کو بھگتانے کے بعد اس کے پاس مردوں کو دیوانہ بنائے رکھنے والی اداؤں کا ایک پورا اسلحہ خانہ آ گیا تھا۔ کچھ منوج اس کی توقع کے برعکس چالاک نکلا۔ کچھ اس نے بھی زیادتی کی۔ سونے کا انڈا دینے والی مرغی کو ذبح

کر کے سارے اڈے ایک دم حاصل نہیں ہو جاتے۔ نیز اشوک ناتھ کے معاملے میں وہ محتاط رہے گی۔ اعتدال اور میانہ روی سے کام لے گی۔

اشوک ناتھ پر اتنا بھروسا ابھی سے؟ اس کے ذہن کے پیچھے سے کوئی بولا۔

''ہاں ...... نہیں' میرا مطلب ہے آثار اچھے ہیں اور امید پر دنیا قائم ہے مگر اشوک ناتھ نہ سہی' اس جیسا کوئی اور بھی تو مل سکتا ہے۔ دنیا ان ہوشیار مردوں سے خالی تو نہیں ہوئی جو کاروبار کے معاملے میں جتنے چالاک اور ہوشیار ہوتے ہیں عورت کے معاملے میں اتنے ہی احمق ثابت ہوتے ہیں۔ بڑے بڑے منہ زور سورماؤں نے اور فاتحین نے عورت کے تلوے چاٹے ہیں۔

دروازے پر دستک سن کے وہ رکی۔ شاید وہ معذرت کرنے آ گیا' اشوک ناتھ ''یس!'' اس نے مٹھاس بھرے لہجے میں پکارا اور اسے ایک اچھا اتفاق جانا کہ ابھی تک وہ سوئمنگ پول میں نہانے والا لباس پہنے پھر رہی ہے۔

ایک ویٹر ہینڈل گھما کے اندر آ گیا۔ ''آپ کے لیے منیجر صاحب کا پیغام ہے میڈم! اگر آپ ان سے ملنا چاہیں تو آ سکتی ہیں۔''

''ٹھیک ہے' تم جاؤ'' آشا نے سرسری لہجے میں کہا۔

منیجر پچاس سال کا مگر صحت مند خوش پوش اور پبلک ڈیلنگ کے ساتھ انتظامی امور کا ماہر تھا۔ ظاہر ہے' اپنی انہی صفات کی بنا پر وہ اتنے بڑے ہوٹل کو چلا رہا تھا۔ اصل مالک تو نہ جانے کون تھے اور کہاں بیٹھے تھے۔

''پلیز' بیٹھیے میڈم!'' اس نے رسمی شائستگی سے کہا'' کہیے' کس سلسلے میں ملنا چاہتی تھیں آپ مجھ سے؟''

آشا نے ہمت کر کے کہنا شروع کیا'' وہ دراصل ...... کیا نام ہے آپ کا ...... مسٹر مہتا' پندرہ دن ہو گئے ' مجھے یہاں ...... میں تفریحاً نہیں ٹھہری ہوں۔ ایک کام رکا ہوا ہے میرا۔ اب ایسا لگتا ہے کہ شاید مجھے مہینہ بھر اور انتظار کرنا ہوگا۔''

تجربہ کار اور مردم شناس منیجر نے آشا کے چہرے اور لہجے سے صورت حال کی نوعیت کا کچھ اندازہ ضرور کر لیا ''جی!'' اس نے جذبات سے عاری لہجے میں کہا۔

آشا نے اپنی بات جاری رکھی'' میرے لیے بے کاری بڑا عذاب ہے۔ سارا دن ہوٹل میں رہنا اور کچھ نہ کرنا' یو سی ...... میں دہلی سے آئی ہوں۔ یہاں کسی کو جانتی بھی نہیں۔''

''ممبئی تو سارے بھارت کی تفریح گاہ ہے۔''

آشا نے کہا'' ایک مسئلہ اور ہے۔ جس کا مجھے انتظار ہے' وہ کسی وقت بھی آ سکتا ہے۔ پھر میں باہر جاؤں تو کس کے ساتھ؟ اکیلی بھٹکتی رہوں؟ میں نے سوچا اگر ہوٹل میں میرے لیے کوئی مصروفیت نکل آئے۔ کوئی ایسا کام جو میں وقت گزاری کے لیے کر سکوں۔''

آشا نے خود محسوس کیا کہ اس کا ڈراما فلاپ ہو گیا ہے۔ اس کے چہرے کے جذبات اس کی آواز کا ساتھ نہیں دے رہے تھے اور اس کا لہجہ اعتماد سے خالی تھا۔

خاموشی کا ایک اعصاب شکن وقفہ آیا جس میں منیجر کی آنکھیں اس پر جمی رہیں اور وہ بے چینی سے اپنی گود میں رکھے ہوئے ہاتھوں کی انگلیاں مروڑتی رہی۔

''مسز آشا منوج!'' منیجر نے بالآخر کہا'' سچ کیا ہے؟''

آشا نے تیز ہو کے کہا'' کیا مطلب ...... سچ یہی ہے۔''

''نہیں میڈم! یہ جھوٹ ہے۔ آپ جیسی خاتون کو میں ہوٹل میں کیا کام دے سکتا ہوں۔ آپ کو ٹائپ کرنا آتا ہے' کمپیوٹر آپریٹ کر سکتی ہیں آپ؟ ٹیلی فون آپریٹر بن کے سوئچ بورڈ پر بیٹھ سکتی ہیں؟ یہ سب کام تو لڑکیاں پہلے ہی کر رہی ہیں۔ آپ سے کہوں کہ چلئے ویٹریس کی یونیفارم پہن کے کسی ریسٹورنٹ یا ڈائننگ ہال میں آ جائیے۔''

''آپ انسلٹ کر رہے ہیں میری۔''

''نہیں میڈم! میں نے آپ سے ایسا کوئی کام کرنے کے لیے نہیں کہا۔ آپ بتائیں' آپ کے ذہن میں کیا کام ہے؟ کیا کر سکتی ہیں آپ اور سب سے اہم بات یہ کہ آخر آپ کو کام کرنے کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی ......'' منیجر نے سرد لہجے میں کہا۔

''میں نے بتایا نا ......''

''وہ بکواس تھی'' منیجر کا لہجہ ایک دم بدل گیا'' یہاں آپ جیسی بہت آتی ہیں۔ ایسی ہی باتیں کرتی ہیں۔ میں سب سمجھتا ہوں کہ کام سے ان کی مراد کیا ہوتی ہے۔ کیا پیسے ختم ہو گئے ہیں' آپ کے پاس۔ ہوٹل کا بل ادا کرنے کے لیے۔''

''شٹ اَپ!'' آشا کے لیے مزید ذلت برداشت کرنا مشکل ہو گیا'' میں اس ہوٹل کی ایک معزز گیسٹ ہوں۔ آپ مجھ سے اس لہجے میں بات نہیں کر سکتے۔ مجھ پر کوئی واجبات نہیں ہیں ابھی تک۔''

''ابھی تک'' منیجر نے معنی خیز لہجے میں دہرایا۔

وہ اٹھ کھڑی ہوئی'' مجھے بات کرنی ہی نہیں چاہیے تھی تم سے۔''

''سٹ ڈاؤن آشا!'' منیجر نے کہا اور اس کے لہجے میں

کوئی ایسی بات تھی جس نے آشا کو روک لیا۔

''آپ کی پرابلم میں نے سمجھ لی ہے اور میں نے یہ ہرگز نہیں کہا کہ آپ کچھ نہیں کر سکتیں۔ میں نے کہا تھا کہ یہ چھوٹے موٹے کام آپ کے شایان شان نہیں۔'' اس نے فریج میں سے ٹھنڈی بیئر کا ایک ڈبا نکال کے کھولا اور آشا کو تھما دیا۔ ''میں آپ کی مدد ضرور کروں گا' پہلے آپ ایزی ہو جائیں۔''

''تھینکس!'' آشا نے گہری سانس لے کر کہا۔

''ایک کام بہت اچھی طرح کر سکتی ہیں آپ۔ اس لیے کہ آپ کے رکھ رکھاؤ' بات چیت کے انداز' لباس' میک اپ اور اپنی کیئس' سب میں ایک ٹچ آف کلاس ہے۔ ایک ہوتا ہے نا عامیانہ پن جو اپر کلاس کی اور انتہائی دولت مند عورتوں میں ہی نظر آتا ہے۔ سب میں نہیں مگر اکثر ...... جو پروفیشنل قسم کی عورتیں ہوتی ہیں نا' وہ اپنی چیپ باتوں یا حرکتوں سے پہچانی جاتی ہیں۔ مگر آپ امپریس کرتی ہیں۔''

''کیا کہنا چاہتے ہیں آخر آپ؟'' آشا نے بیئر رکھ دی۔

''ٹو بی فرینک اینڈ اسٹریٹ فارورڈ۔ ہمارے پاس دو رائل سوئٹس ہیں' بالکل اوپر والی منزل پر۔ وہاں ہمارے بہت ہی خاص مہمان قیام کر سکتے ہیں۔ عموماً وہ سارا سال بک رہتے ہیں۔ آنے والے چند گھنٹے پہلے ہمیں مطلع کر دیتے ہیں کہ وہ آ رہے ہیں اور بس۔ باقی سب کچھ ہم کرتے ہیں جو ان کے شایان شان ہو۔ ان کی خدمت پر مامور خواتین بھی عام نہیں ہوتیں' وہ دو چار ہی ہیں مگر آپ سے بہتر وہ یقیناً نہیں ہیں۔''

آشا کا چہرہ سرخ ہو گیا'' یو باسٹرڈ! تمہاری ہمت کیسے ہوئی ...... تم سمجھتے ہو میں طوائف ہوں؟''

منیجر مسکراتا رہا'' دو خواتین نے دو شیوخ سے شادی کی اور باہر چلی گئیں۔ دو نے یہاں کوٹھیاں کاریں اور اعلیٰ سوسائٹی کے تعارف حاصل کر لیے' آپ بھی ......''

وہ دروازہ کھول کے بگولے کی طرح باہر نکلی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ اس کی حالت دیکھ کر لوگ کوئی غلط مطلب نکالیں چنانچہ اپنے کمرے تک کا فاصلہ اس نے پورے کنٹرول کے ساتھ طے کیا مگر کمرے میں داخل ہوتے ہی دروازہ بند کر کے وہ بستر پر گر گئی اور پھوٹ پھوٹ کے رونے لگی۔ ابھی اتنا برا وقت بھی نہیں آیا مجھ پر۔

اس کے ذہن کے پیچھے والی کھڑکی سے جھانک کر کوئی ہنسا۔ اچھا وقت تو بار بار آیا' برا وقت ایک ہی بار آتا ہے آشا جی' کہیں وہ آ تو نہیں گیا؟

وہ آنسو پونچھ کے اٹھ بیٹھی۔ اس نے پہلے لباس کے ساتھ اور پھر لباس کے بغیر اپنے حسن و شباب کے اسلحہ خانے کا جائزہ لیا۔ نہیں' ابھی مایوسی کیسی ...... ابھی تو میں اوریجنل ڈبا پیک ٹی وی کی طرح ہوں' جس کی فل وارنٹی ہوتی ہے۔ سروس اینڈ پارٹس' پکچر' کلر' ساؤنڈ' سب اے ون۔ آزمائش شرط ہے۔

بوتل میں تھوڑی سی وہسکی ابھی موجود تھی۔ اس نے دو گھونٹ میں بوتل خالی کی اور آنکھیں بند کر کے صوفے پر دراز ہو گئی۔ تھوڑی دیر میں وہسکی نے اثر دکھایا۔ اس کے اعصاب نارمل ہونے لگے۔ اس نے گھڑی میں وقت دیکھا اور واش روم میں جا کے منہ دھونے کے بعد ایک نیا لباس منتخب کیا۔

ٹیلی فون اٹھا کے اس نے آپریٹر سے کہا'' مجھے مسٹر اشوک ناتھ کے کمرے کا نمبر دیجیے پلیز!''

''یس میڈم!'' آپریٹر نے کہا۔

گھنٹی دو بار بجی' پھر اشوک ناتھ نے کہا'' یس ......؟''

''اشوک جی! میں آشا بول رہی ہوں'' اس نے شوخی سے کھنکتے لہجے میں کہا۔

''آشا ......؟'' اس نے سوچ کے پوچھا۔

''آج صبح ہم نے ناشتا اکٹھے کیا تھا؟'' آشا کو کچھ مایوسی ہوئی کہ اتنی جلدی وہ نام بھول گیا۔

''اوہ یس! یاد آ گیا مجھے' دراصل میرا ذہن الجھا رہتا ہے۔''

''کس میں؟'' آشا نے ہنس کے کہا'' مایا جال میں ......؟ چھوڑیے اشوک جی!''

''یہ بات نہیں' دراصل میری بیوی کی بیماری ......''

''آپ نے تو خود ہی بتایا تھا کہ وہ وہموں کی مریض ہے۔ وہم کا علاج کہاں تھا حکیم لقمان کے پاس۔''

''کون سا حکیم؟ دلی میں ہوتا ہے کیا؟''

''میرا مطلب تھا' اپنی لائف کیوں خراب کرتے ہیں ایسی فکروں میں۔ انجوائے کریں کچھ۔ میں نے تو بہت انجوائے کیا آپ کی باتوں کو اور آپ کی کمپنی کو' بہت جی چاہ رہا ہے پھر ملنے کو۔''

''ہاں ...... کیوں نہیں' پھر ملیں گے۔''

''ابھی کیوں نہیں ...... آپ مجھے لنچ پر انوائٹ کر سکتے ہیں۔ میں بالکل انکار نہیں کروں گی'' وہ پھر ہنسی۔

''ابھی تو مشکل ہے۔ لنچ اپنی بیوی کے ساتھ کیا ہے میں نے' ادھر کمرے میں۔''

''تو پھر آج ڈنر میرے ساتھ کریں' ادھر میرے کمرے میں۔ یو سی' آج میری برتھ ڈے بھی ہے۔ کیا خیال ہے' ایک

کینڈل لائٹ ڈنر جس میں صرف ہم دونوں ہوں۔"
"کیوں نہیں' اِٹ از اے گریٹ آئیڈیا! آپ بتائیں' برتھ ڈے کا گفٹ کیا لاؤں؟"
"اچھا...... یعنی جو میں مانگوں گی مل جائے گا؟" اس نے بڑی شوخی سے کہا۔
"پرامز!"
"تو پھر میں آپ سے آپ ہی کو مانگتی ہوں۔" اس نے کہا اور فون بند کر دیا۔ ایک دم پرفیکٹ! مچھلی نے چارا نگل لیا ہے۔ ڈور کھینچو اور اسے ساحل کی ریت پر ڈال دو تڑپنے کے لیے۔ ایسی کی تیسی برے وقت کی۔

وہ رات کو ٹھیک آٹھ بجے آ گیا۔ اس نے بہترین سوٹ پہن رکھا تھا اور اس کے ہاتھوں میں ایک بہت خوبصورت گلدستہ تھا۔

"ہیپی برتھ ڈے" اس نے گلدستہ تھما کے آشا کا ہاتھ تھاما اور فلمی عاشقانہ انداز میں گھٹنوں کے بل جھک کے چوما۔

آشا نے بڑا ہوش ربا لباس پہنا تھا۔ وہ اپنے ترکش کا ہر تیر نشانے پر لگانا چاہتی تھی۔ یہ کوئی عام مچھلی نہیں تھی' یہ ایک مگرمچھ تھا۔ رمیش نے کہا تھا کہ ہزار ہاتھوں والا آکٹوپس جس کے ہاتھ پورے بھارت کی ہر صنعت میں نظر آتے ہیں۔ اس کے لیے وہ خود چارا بننے کی پوری تیاری کر چکی تھی۔

آشا نے سارا انتظام ہوٹل سے کیا تھا۔ دل کی شکل کا ایک کیک جس پر ایک ساتھ دو "اے" لکھے ہوئے ہوں۔ آشا اور اشوک۔ اشوک کی لاٹ جیسی اگربتی۔ ڈنر کا مینو جو کمرے میں سرد ہوگا۔ شراب کا انتخاب آشا نے بہت سوچ سمجھ کے کیا تھا۔ ہر چیز بہت مہنگی اور ہائی کلاس تھی۔ اسے امید ہی نہیں کسی حد تک یقین تھا کہ اشوک جیسا آدمی اپنا نام بتا کے منیجر سے کہے گا' یہ سب میری طرف سے تھا تو منیجر کہے گا "آف کورس سر!"

صبح سات بجے آشا کی آنکھ کھلی تو شراب کے خمار سے اس کا بدن ٹوٹ رہا تھا۔ اس کا سر بھاری ہو رہا تھا اور گزشتہ شب کی تھکاوٹ اس کے جسم میں جاگ رہی تھی مگر پھر بھی اس نے آنکھیں کھول کے دیکھا۔ وہ پورے کپڑے پہنے سوٹ سے میچ کرتی ہوئی ٹائی کی ناٹ کو شیشے میں دیکھ کے ٹھیک کر رہا تھا۔

"شوکی ڈارلنگ! کیا بات ہے......" آشا نے نشے میں ڈوبی ہوئی آواز میں کہا اور اپنے بازو پھیلا دیے۔

اس نے قریب آ کے اور جھک کے آشا کو چوما۔ آشا کے بازو اس کے گرد لپٹ گئے "ابھی تو رات ہے۔"

اس نے خود کو چھڑا لیا "نہیں آشا۔ صبح ہوئے دیر ہوئی۔"

"پھر کیا ہوا؟ صبح تو روز ہی ہوتی ہے" وہ اٹھلائی۔

"وہ...... دراصل...... میری بیوی!" اس نے معذرت اور خفت کے ساتھ کہا "اس کی وجہ سے میں بھی صبح صبح اٹھتا ہوں۔ وہ پوچھے گی' تم جانتی ہو وہ کیسی شکی مزاج عورت ہے۔"

"کیا رات کو اس نے دیکھا نہیں ہوگا؟"

"میں کہہ کے آیا تھا کہ مجھے ایک میٹنگ میں جانا ہے' واپسی میں دیر ہو جائے گی۔ تم انتظار مت کرنا' گولی کھا کے سو جانا۔ رات کو گولی کے اثر سے اس کو کچھ پتا نہیں چلتا۔"

آشا اٹھ بیٹھی "تمہاری عدم موجودگی کا احساس بھی نہیں ہوتا' کمال ہے؟"

اس نے ایک ٹھنڈی سانس لی "یہ بدقسمتی ہے آشا۔ پتا نہیں میری یا اس کی۔ دو سال سے ہم ایک دوسرے کا وجود کھو چکے ہیں۔ میرا مطلب ہے مرد اور عورت کی حیثیت سے۔ کیونکہ قانونی طور پر میاں بیوی ہیں اس لیے ایک گھر میں ایک چھت کے نیچے ساتھ ساتھ نظر ضرور آتے ہیں۔"

"اوہ......! ایسی کیا مجبوری ہے شوکی! جو تم اس کو برداشت کر رہے ہو؟"

اس نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھا "یہ دل...... اس کے اندر میرا ضمیر ہے' جو دل کی دھڑکن کے ساتھ زندہ ہے۔ ورنہ کیا میں اسے طلاق دے کر فارغ نہیں کر سکتا تھا۔ لوگ تو ایسے ٹھکانے لگاتے ہیں بیویوں کو...... کہ...... خیر چھوڑو' سمجھ لو میں احمق یا کمزور ہوں کہ اپنا بیڈروم تک الگ نہیں کر سکتا۔"

"شوکی! یہ کیا بزدلی ہے۔ اتنا کیوں ڈرتے ہو تم اس عورت سے' کیا یہ تمہارا حق نہیں ہے۔ ازدواجی زندگی کی وہ خوشی جس سے تم محروم ہو' شادی آخر کس لیے کرتا ہے آدمی؟ اور وہ عورت تمہیں اس خوشی کی جگہ صرف ذہنی عذاب دے رہی ہے۔ تم اگر دوسری شادی کر لو گے تو نہ یہ جرم ہوگا نہ گناہ۔ یہ تمہارا حق ہے" آشا کا ذہن اب پوری طرح بیدار تھا۔

"ہاں...... مگر...... کون کرے گا مجھ سے دوسری شادی......؟" وہ مایوسی سے بولا۔

"کیسی باتیں کرتے ہو' تم جوان اور...... اسے میری بے شرمی مت سمجھنا' کسی بھی عورت کو بھرپور خوشی دینے کے اہل ہو۔ تم ہینڈسم اور متاثر کرنے والی شخصیت کے مالک ہو۔ دولت مند ہو" آشا نے مدلل انداز میں کہا۔

"کیا تم واقعی ایسا سمجھتی ہو؟" وہ کچھ کنفیوز سا کھڑا رہا۔

آشا ایک دم اٹھی اور اس سے لپٹ گئی "تم نے مجبور کر دیا ہے مجھے ایسا کہنے پر۔ پہلی ملاقات میں تم مجھے اچھے لگے تھے۔ اب میں تم سے محبت کرتی ہوں۔ مجھے نہیں معلوم تم کون ہو' کیا کرتے ہو' لیکن تمہارے ساتھ زندگی گزار سکتی ہوں میں۔"

وہ جیسے خوشی سے دیوانہ ہو گیا "کیا واقعی! اوہ آشا' مجھے یقین نہیں آ رہا اپنی خوش قسمتی پر۔ ابھی تو میں جا رہا ہوں مگر ایک نئی زندگی کی لاٹری نکل آئی ہے میرے نام۔ یہ خوشی اپنانے کے لیے میں پھر آؤں گا۔"

"آج کا دن اور آنے والی رات میں اس کمرے سے باہر تک نہیں جاؤں گی۔ میں تمہارا انتظار کرتی رہوں گی۔ جب موقع ملے' جب دل چاہے چلے آنا ڈارلنگ!"

اشوک ناتھ کے جانے کے بعد اس نے دروازہ بند کیا تو آئینے نے اسے احساس دلایا کہ ایک ناقابل یقین حد تک مکمل اور عظیم الشان فتح کی خوشی نے اس کو کسی تند شراب کے نشے کی طرح ہوش سے کتنا بے گانہ کر دیا تھا مگر اس میں شرم کیسی؟ یہ جسم ہی تو میری سب سے بڑی طاقت ہے۔ کیا کسی سائنس داں کو اپنے دماغ پر شرم آتی ہے۔ وہ پھر چادر میں گھس کر سو گئی۔ اب وہ بہت پرسکون اور پراعتماد تھی۔ مستقبل کے بارے میں خوف اور اندیشے پرجوش زندگی کے خوابوں کی تعبیر سے شکست کھا کے یوں غائب ہو گئے تھے جیسے رات کی تاریکی سے جنم لینے والے خیالی عفریت نئے دن کا سورج طلوع ہوتے ہی بے وجود ہو جاتے ہیں۔

دن سوتے جاگتے خواب بنتے آنے والی خوشیوں کو سجاتے' مسکراتے کمرے کے اندر ایک بے چین رقص کرتے اور اپنے آپ سے باتیں کرتے گزر گیا۔ تم اور تمہارے ڈھائی لاکھ' جہنم میں جاؤ تم منوج! بہت جلد میں تمہیں تمہارے کاروبار سمیت خرید لوں گی اور تم سے کہوں گی کہ اپنے تھوک سے چاٹ کر میرے جوتے چمکاؤ۔ تم چاٹو گے' دس لاکھ ایک جوتے کے دوں گی میں پھر تم کہو گے' میڈم! دوسرا جوتا بھی چمکا دوں؟

رات آ گئی۔ اس نے پھر بے لباسی کو نمایاں کرنے والا لباس زیب تن کیا۔ ناز وادا کے لیے ہتھیار منتخب کیے۔ بس ایک دو راتوں کا کھیل ہے پھر وہ خود اپنی آتش شوق میں جل کے بھسم ہو جائے گا۔ ارب پتی ہو یا کھرب پتی' اگر صرف پتی بن جائے اشوک ناتھ جیسا تو دنیا اپنی۔ مچھلی نے چارا نگل لیا تھا۔ مچھلی کی مزاحمت ختم ہو گئی تھی' آگ پر اسے بھونو اور کھالو۔ آگ سلگ چکی ہے' اسے ہوا دو' بھڑکاؤ۔

رات نو بجے اس نے آپریٹر سے کہا ''میری بات کراؤ مسٹر اشوک کمار سے۔''

اشوک ناتھ نے ریسیور خود اٹھا کے کہا ''ہیلو!'' مگر اس کی آواز کچھ دبی دبی سی تھی۔ آشا نے پس منظر میں کسی عورت کے برہم ہونے کی آواز سنی ''کون ہے؟''

آشا نے بڑے پیار سے کہا ''ڈارلنگ! کہاں ہو تم۔ سارا دن بیت گیا' رات آ گئی۔ کب آؤ گے؟''

اس نے کہا ''میں کوشش کر رہا ہوں۔''

''کیا تمہاری بیوی' وہ چڑیل چمٹی ہوئی ہے تم سے؟''

''ہاں۔''

''تم اس کو زہر کیوں نہیں دے دیتے۔ گلا کیوں نہیں گھونٹ دیتے اس کا۔ کہیں ایسا نہ ہو' یہ کام مجھے کرنا پڑے۔ میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتی۔''

عورت کی آواز پھر سنائی دی ''یہ وہی فاحشہ ہے نا' لاؤ فون مجھے دو۔''

آشا نے ریسیور رکھ دیا۔ وہ اشوک ناتھ کی جاہل' بیمار اور بدزبان بیوی کے منہ لگنا نہیں چاہتی تھی۔ وہ اس سے صرف اس لیے ڈر گئی کہ وہ اشوک ناتھ پر حاوی تھی۔ اس کا پتہ ذہانت سے کاٹا جا سکتا تھا' طاقت سے نہیں۔ اشوک ناتھ ایک کمزور آدمی تھا' بیوی کو شک ہو جاتا کہ کوئی عورت اس کے شوہر کو چھین رہی ہے تو شاید وہ شوہر کو قتل کر دیتی۔ آشا کو ایک زندہ سلامت اشوک ناتھ کی ضرورت تھی۔ وہ مر جاتا تو آشا کو کیا ملتا۔ بیوی تو مالک ہو جاتی ان ہزاروں کارخانوں کی جو اشوک ناتھ کے لیے دن رات دولت بنا رہے تھے۔ اتنا پیسا ہو تو قتل کا الزام بھی کہاں ثابت ہوتا ہے۔ پھر یہ بے وقوف اشوک ناتھ اتنا کیوں ڈرتا ہے۔ اس کے چنگل سے چھٹکارا حاصل کیوں نہیں کرتا۔ کرائے کے قاتل تو اب عام ملتے ہیں۔ اس مرد کے اندر ہمت مردانہ بھی جگانی پڑے گی۔

صبح وہ پھر کچھ مایوس تھی۔ اشوک ناتھ رات بھر نہیں آیا تھا۔ وہ دروازے پر اس کی دستک کا انتظار کرتے ہوئے بیٹھی رہی اور پھر مدہوشی میں سو گئی۔ اس کا جسم جیسے اندر سے ٹوٹ رہا تھا' بکھر رہا تھا۔ روم سروس سے اس نے بلیک کافی طلب کی اور پھر بہت دیر تک باتھ ٹب میں پڑی رہی۔ ایک گھنٹے بعد اس نے بہت بہتر محسوس کیا۔ وہ ناشتے کے لیے نیچے اتری تو اسے رمیش نظر آیا۔ وہ ایک ٹیبل پر بہترین سوٹ اور ٹائی میں اکیلا بیٹھا تھا۔

آشا نے قریب جا کے کہا ''ہیلو' ہینڈسم!''

اس نے گھبرا کے اِدھر اُدھر دیکھا ''تم...... خدا کے لیے جاؤ کسی اور میز پر بیٹھو۔''

آشا نے برہمی سے کہا ''اپنا بل میں خود دوں گی۔''

''بل کی بات نہیں۔ میری گرل فرینڈ نے دیکھ لیا تو مصیبت ہو جائے گی۔ میرا بنا بنایا کھیل بگڑ جائے گا۔''

''تمہاری گرل فرینڈ......!''

''ہاں' وہ آنے والی ہے' کسی بھی لمحے۔''

آشا غصے میں کچھ دور جا بیٹھی لیکن اس نے اپنا چہرہ رمیش کی طرف رکھا۔ صرف پانچ منٹ بعد اس نے رمیش کی گرل فرینڈ کو دیکھا تو اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہ آیا۔ وہ شاید پچاس سال کی خاصی موٹی اور بے ہنگم بڑھیا تھی جس کا سارا تھل تھل کرتا گوشت ہر طرف سے جامے سے باہر ہو رہا تھا اور اس فاضل چربی والے گوشت پر سونا دمک رہا تھا اور ہیرے چمک رہے تھے۔ آشا کو سخت کراہیت محسوس ہوئی۔ اسے رمیش کی ذلالت سے زیادہ اس کی قوت برداشت پر حیرانی ہوئی۔ مگر پھر اس نے خود کو قائل کر لیا کہ اس طرح تو ہوتا ہے اس طرح کے کاموں میں۔ رمیش بھی مچھلی کا شکار کر رہا تھا اور چارہ کسی مگرمچھ نے نگل لیا تھا تو اس میں تقدیر کا کیا دوش۔

ناشتا ختم کرتے ہی وہ اٹھ گئی۔ اس کے لیے رمیش اور اس کی گرل فرینڈ کا رومانس برداشت کرنا مشکل ہو گیا تھا۔ وہ پھر باہر سوئمنگ پول کے کنارے ایک خالی کرسی پر نیم دراز ہو گئی اور ہر روز کا تماشا دیکھنے لگی۔ جیسے ایک سنیما میں چلنے والی فلم کا دوسرا شو۔ اندر سے وہ بے قرار تھی۔ اسے اشوک ناتھ کا بے چینی سے انتظار تھا۔ مگر اس کی وہ جونک کی طرح چمٹ کر خون چوسنے والی بیوی۔

اچانک اس نے رمیش کو اپنے ساتھ والی کرسی پر بیٹھتے دیکھا ''ہاؤ از مائی گرل فرینڈ!''

''تمہیں شرم آنی چاہیے۔''

اس نے سونے کے سگریٹ کیس سے سگریٹ نکال کے سونے کے لائٹر سے جلائی ''شرم ہم سب کو آنی چاہیے جو یہاں یا کہیں بھی کتابی اخلاقیات کی قبر کھود رہے ہیں۔ مگر نیا مقولہ اب یہ ہو گیا ہے کہ جس نے کی شرم' اس کے پھوٹے کرم۔''

آشا نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔ شاید تم نے ٹھیک کہا ''ہم جیسے دھرم کو دیکھیں یا کرم کو اور کرم کون سا خود ہم نے بنایا ہے۔''

رمیش نے کہا ''میں جا رہا ہوں' آج یا کل۔''

''کہاں......؟ نئی دنیا کے سفر پر۔''

وہ ہنسا ''نہیں۔ دنیا تو تم نے دیکھی۔ خاصی پرانی ہے مگر اس کا ایک مینشن ہے نیویارک میں۔ اس کا قیمتی پتھروں کا بزنس ہے۔''

''جو اس نے لٹکا رکھے ہیں اپنے جسم پر۔ چارے کی طرح کہ تم جیسے نگل لیں۔''

''وہ یہاں آئی تھی تاج محل دیکھنے۔ اسے میں مل گیا راستے میں پڑا ہوا۔ کوہ نور ہیرا۔''

آشا نے بدمزگی سے کہا ''تم شادی کرو گے اس سے؟''

''آف کورس۔ اس کے نتیجے میں مجھے امریکی شہریت ملے گی۔ ہمارے نوجوان سو پاپڑ بیل کے امریکا جاتے ہیں اپنے خرچے پر اور یہی کام کرتے ہیں' ہیپر میرج...... میرا دھیلا نہیں لگا۔ ایک لاکھ تو وصول کر چکا ہوں۔ یہ سوٹ، سگریٹ کیس لائٹر' سب تحائف ہیں اس کی محبت کے۔ کل میری سالگرہ تھی نا۔'' رمیش اسے آنکھ مار کے ہنسا۔

آشا کے ذہن کو جھٹکا سا لگا ''سالگرہ تو میری بھی تھی' پرسوں۔''

''مبارک ہو۔ تم کتنے سال کی ہو گئیں' کم آن......! ہم نے ایک دوسرے سے کوئی سیکرٹ نہیں رکھا۔ پچاس یا اکیاون؟''

''بیڈ جوک!'' آشا مسکرائی۔

''اچھا' تحفہ کیا دیا اس نے؟''

''ایک گلدستہ اور ایک وعدہ...... مجھ سے شادی کا۔''

رمیش نے سر ہلایا ''گویا تم بھی اب چلی جاؤ گی۔ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ آج کی رات ہم اپنی اپنی کامیابی کا جشن ایک ساتھ منائیں۔ آئی لائک یو' تم بہت حسین ہو۔''

آشا نے اس کی طرف دیکھا ''تھینکس! تم بھی بہت ہینڈسم ہو۔ مگر دنیا کی خوبصورتی غریبوں کے لیے نہیں۔ برائے فروخت ہے دولت مندوں کے لیے۔ ہم پر SOLD کی تختی لگ چکی ہے۔''

رمیش نے سر ہلایا ''کاش' ہم ایک دوسرے سے محبت کر سکتے۔''

''وہ کل نہیں آیا تھا۔ اگر آج بھی اس کی بیوی نے نہ چھوڑا اسے تو پھر...... کیا تم اپنی گرل فرینڈ سے بہانہ کر سکو گے۔''

قرض

قرض لینے میں انہوں نے کبھی بخل سے کام نہیں لیا۔ کہتے تھے کہ ادھار سے اخوت و مساوات بڑھتی ہے۔ اس زمانے میں سب کا حال پتلا تھا۔ کون ہے جو نہیں ہے حاجت مند۔ جس کو دیکھو، پاؤں چادر سے گھٹنوں تک باہر نکلے ہوئے ہیں۔ ایسوں سے قرض لینا، لے کر نہ دینا اور پھر لینا...... یا نہی کا جگرا تھا۔ کسی کا ہاتھ تنگ ہوتا یار لوگ الٹا اسی سے قرض مانگنے لگتے۔ اس ڈر سے کہ کہیں پہلے وہ نہ مانگ بیٹھے اور جب کوئی واقعی قرض مانگتا تو لوگ اپنی اپنی مشکلات کا ذکر اس انداز سے کرتے کہ مانگنے والا بھی آب دیدہ ہو جاتا۔ ہمدردی و دل سوزی کا اس سے زیادہ موثر طریقہ ہنوز ایجاد نہیں ہوا۔

زرگزشت، مشتاق احمد یوسفی سے محمد احسن رضا، کراچی کا مطالعہ

رمیش چونکا ''کس کی بیوی کی بات کر رہی ہو تم۔''

''اشوک ناتھ کی .... جو ڈریکولا بن کے چمٹی ہوئی ہے اس سے'' آشا نے کہا۔

رمیش اسے عجیب سی نظروں سے دیکھتا رہا۔

''ایسے کیا دیکھ رہے ہو'' آشا نے کہا۔

''آئی ایم سوری۔ بیوٹی فل لیڈی! مجھے معلوم نہیں تھا کہ تمہاری جنرل نالج اتنی کمزور ہے۔''

''کیا مطلب؟''

''تمہیں یہ بھی نہیں معلوم۔ کہ اشوک ناتھ نے شادی نہیں کی۔ پھر اس کی بیوی کہاں سے آ گئی۔ سارا بھارت جانتا ہے یہ بات۔ تم کس دنیا میں رہتی ہو۔''

آشا چلائی ''جھوٹ بولتے ہو تم۔''

مگر کچھ دیر بعد اس نے اپنے کمرے میں آ کے آپریٹر سے کہا کہ مسٹر اشوک ناتھ سے بات کرائے تو اس نے بڑے مہذب انداز میں جواب دیا ''وہ آج صبح چیک آؤٹ کر گئے۔''

''وہ ہوٹل سے چلے گئے...... کب؟''

''آج صبح نو بجے میڈم!''

اس نے ایک تنکے کا سہارا لینے کی کوشش کی ''کیا...... ان کی بیوی کی طبیعت زیادہ خراب ہو گئی تھی؟''

''وہ یہاں اکیلے ٹھہرے ہوئے تھے میڈم!'' آپریٹر نے

اسی شائستگی سے جواب دیا۔

ریسیور رکھ دینے کے بعد وہ اسی کے سہارے کھڑی رہی۔ اچانک دنیا میں سب کچھ الٹ گیا تھا۔ دن کی جگہ رات نے لے لی تھی۔ جو سچ تھا وہ جھوٹ ہوگیا تھا۔ حقیقت ایک سراب ثابت ہوگئی تھی۔ خوابوں کا وہ عظیم الشان شیش محل جو اس نے اپنے خیالوں میں تعمیر کیا تھا' دھوپ میں تپتی جھلساتی چٹان میں بدل گیا تھا جس پر وہ اکیلی پڑی سسک رہی تھی۔

ناکامی کا دکھ اپنی جگہ تھا مگر اس سے کہیں زیادہ پر عذاب اپنی فریب خوردگی کا خیال تھا۔ کیا اشوک ناتھ جیسا بے وقوف نظر آنے والا بھی اپنی سادگی میں اتنا ہوشیار ہوسکتا ہے؟ ایک جیب تراش چور ڈاکو یا ایک طوائف تو لوٹتے ہی ہیں مگر کیا اتنا بڑا سرمایہ دار' صنعت کار' اربوں کھربوں کا مالک۔ لاکھوں جوئے کی ایک بازی میں ہار کے ماتھے پر شکن نہ لانے والا بھی لوٹ سکتا ہے۔ وہ بھی ایک عورت کو۔ یا وہ آشا کو عملی سبق دینا چاہتا تھا۔ تم نے دیکھا' میں ایسے ہی تو ہزار ہاتھوں والا آکٹوپس نہیں بن گیا۔

وہ سارا دن روتی رہی اور پیتی رہی۔ پیتی رہی اور روتی رہی۔ شام کے بعد اس نے تسلیم کرلیا کہ مچھلی وہ تھی۔ چارا اس نے نگلا تھا۔ جسے وہ شکار سمجھتی رہی وہ شکاری تھا۔ مگر خیر' انگریزی محاورے کے مطابق دنیا ختم تو نہیں ہوگئی۔ رات ساڑھے نو بجے ایک نئے عزم کے ساتھ اس نے آپریٹر کو منوج کا فون نمبر دیا ''یہ دہلی کا نمبر ہے۔ اگر ابھی نہ ملے تو پھر ٹرائی کرو۔''

دہلی میں بارش ہورہی تھی۔ ٹیلی فون لائن میں بار بار خرابی پیدا ہورہی تھی۔ اسے چیخ چیخ کے بولنا پڑ رہا تھا۔ اس کے باوجود منوج کی بات سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔

''منوج...... منوج! میں آشا ہوں...... آشا' یہاں ممبئی میں تم سن نہیں رہے ہو یا سننا نہیں چاہتے۔ ہیلو...... ہیلو'' (طوفان' گرج چمک' کھر کھراہٹ) منوج! دیکھو' میں بڑی مصیبت میں ہوں' مجھے کچھ رقم کی ضرورت ہے۔''

منوج کی آواز آئی ''مجھے جو دینا تھا' دے چکا۔''

''سنو منوج! ابھی ڈھائی لاکھ باقی ہیں۔ اس میں سے ایک لاکھ......''

قہقہہ...... ''تاریخ کیا ہے آج؟''

''مجھے معلوم ہے۔ پندرہ دن باقی ہیں مگر منوج...... ہیلو!''

''مجھے تمہاری آواز سنائی نہیں دے رہی ہے۔''

''جھوٹ مت بولو' تم سب سن رہے ہو۔''

''نہیں' موسم بہت خراب ہے' لائنیں گڑبڑ ہیں۔''

آشا نے چیخ کے کہا ''منوج' اتنے بے رحم مت بنو۔''

وہ پھر ہنسا ''کوئی اور اُلو کا پٹھا پھانسا یا نہیں......؟''

''منوج! تم نے وہ مکان بھی ہتھیالیا' جو میرا تھا۔ جو تم نے مجھے دیا تھا' میرے نام پر تھا۔ میرے جعلی دستخط کر کے تم نے اسے بیچ دیا۔'' گرج چمک' کھڑ کھڑ......!

''کیس کردو مجھ پر' جعل سازی کا۔'' منوج کی آواز آئی۔

''نہیں منوج! ہیلو...... ہیلو......!''

''اور سنو' پھر فون مت کرنا مجھے۔ باقی ڈھائی لاکھ کے لیے۔ اپنے وکیل سے مجھے قانونی نوٹس بھجوادو۔ ہائی کورٹ میں چلی جاؤ۔ سپریم کورٹ کے ذریعے وصول کرلو اگر کرسکتی ہو۔ میرے پاس تو ایک پیسا نہیں ہے تمہارے لیے۔''

''منوج' ایک لاکھ تمہارے لیے کچھ نہیں......'' وہ منت سماجت پر اتر آئی ''میں ڈھائی نہیں مانگتی۔''

''ایک لاکھ تمہارے لیے بھی کچھ نہیں۔ دس بیس پچاس لاکھ بھی کچھ نہیں۔ (گرج چمک' لائن کی خرابی) اس سے کہیں زیادہ تم لے چکی ہو مجھ سے۔''

''منوج! مجھے ہوٹل کا بل دینا ہے۔''

جواب میں ایک قہقہہ۔ پھر بارش کی آواز۔ بادل کی گرج اور خاموشی۔ وہ چلاتی رہی ''منوج...... منوج! میرے پاس صرف پانچ ہزار رہ گئے ہیں۔ میری عزت کا سوال ہے۔''

صبح اس کی آنکھ کھلی تو دن چڑھ گیا تھا۔ اس نے کھڑکی کا پردہ ہٹا کے دیکھا۔ رمیش ایک کار میں بیٹھ رہا تھا۔ اس کار کے مودب شوفر نے دروازہ بند کیا۔ وہ بالکل نئے ماڈل کی مرسیڈیز یقیناً کرائے کی تھی۔ آشا کو ایک جھلک سی اس عورت کی نظر آئی جو رمیش کو خوابوں کی سرزمین تک اڑا کے لے جارہی تھی۔ وہ قیمتی پتھروں کی سوداگر تھی جس نے کوہ نور ہیرا اپنے لیے خرید لیا تھا۔ عزت کا کیا سوال' بزنس از بزنس۔

اس نے اپنا بہترین لباس پہن کے میک اپ کیا اور پورے غرورِ حسن کے ساتھ منیجر کے آفس میں داخل ہوئی۔

''گڈ مارننگ' مس آشا!'' وہ پُرتپاک لہجے میں بولا۔

وہ کرسی پر بیٹھ گئی ''بہت سوچ بچار کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچی ہوں منیجر صاحب کہ کام تو کام ہے۔ کام میں عزت کا کیا سوال اور بے عزتی کیسی۔ میرا خیال ہے' مجھے آپ کی آفر قبول کرلینی چاہیے۔''

